ستائیسواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

چھبیسویں پارہ کے آخر میں ان فرشتوں کا ذکر تھا جنہیں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام عام مہمان سمجھے تھے، جب آپ پر ان کی حقیقت کھلی اور پتہ چلا کہ یہ فرشتے ہیں تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کس مہم پر آئے ہو، انہوں نے بتایا کہ ہمیں قومِ لوط پر پتھروں کی بارش برسانے اور انہیں تباہ کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے، قومِ لوط کے علاوہ سورۂ ذاریات، فرعون، قومِ ثمود اور قومِ نوح کا انجام بتلانے کے بعد ارض وسما کی تخلیق کی طرف متوجہ کرتی ہے اور اس علمی تحقیق کا اعلان کرتی ہے کہ اللہ نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔ (۴۹) سورت کے اختتام پر جن وانس کی تخلیق کا مقصد بتایا گیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادت ہے اور یہ خبر دی گئی ہے کہ ساری مخلوق کے رزق کا اللہ کفیل ہے اور کفار ومشرکین کو قیامت کے دن عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

سورۂ طور

سورۂ طور مکی ہے، اس میں ۴۹ آیات اور ۲ رکوع ہیں، اس سورت کی ابتدا میں پانچ قسمیں کھا کر فرمایا: ''بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا، اسے کوئی بھی ٹال نہیں سکتا'' (۸-۱) ان آیات کی تفسیر کے ضمن میں بعض مفسرین نے دلوں پر قرآن کی شدّتِ تاثیر کے حوالے سے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ زمانۂ کفر میں بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں بات چیت کرنے کے لئے مدینہ منورہ آئے، وہ جب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ مغرب میں سورۂ طور کی تلاوت فرما رہے تھے، جب آپ نے آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے: ''بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا'' تو حضرت جبیر رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں مجھے یوں لگا کہ میرا دل پھٹ جائے گا چنانچہ میں نے نزولِ عذاب کے ڈر سے اسلام قبول کرلیا، پھر جب آپ نے آیت ۳۵ اور ۳۶ تلاوت فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ سوال فرماتے ہیں: ''کیا یہ کسی کے پیدا کئے بغیر ہی پیدا ہوگئے یا انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو پیدا کرلیا یا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے'' تو فرماتے ہیں کہ یہ سن کر مجھے خیال ہوا کہ میرا دل اور ہوش وحواس اُڑ جائیں گے''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک شب مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں طواف کرتے ہوئے ان کا گزر ایک مسلمان کے گھر کے پاس سے ہوا جو کہ نماز میں سورہ طور کی ابتدائی آیات تلاوت کررہا تھا جب وہ تلاوت کرتے ہوئے اس آیت تک پہنچا: ''ان عذاب ربک لواقع '' تو آپ گدھے سے اُتر پڑے اور کافی دیر تک ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے رہے پھر ایک مہینہ تک آپ گھر ہی میں رہے، لوگ آپ کی عیادت کے لئے آتے تھے مگر انہیں آپ کی بیماری کا سبب معلوم نہ تھا۔ تاثیرِ قرآن کے بے شمار واقعات پیش کئے جاسکتے ہیں مگر تمام واقعات کا جمع کرنا مقصود نہیں ہے اصل مقصد یہ ہے کہ ہم ان واقعات سے سبق حاصل کریں اور ہم بھی قرآن کی تلاوت اور سماع غور وتدبر سے کریں تاکہ ہمارے دل بھی متاثر ہوں۔ اس کے بعد یہ سورت متقین کے دائمی مسکن یعنی جنت کا تذکرہ کرتی ہے کہ وہاں انہیں حور وغلمان، لذیذ پھل، گوشت اور لبالب جام جیسی نعمتیں مہیا ہوں گی، پھر وہ آپس میں بات چیت کرتے ہوئے کہیں گے: ''ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں کے درمیان ڈرا کرتے تھے، پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں تیز گرم ہواؤں کے عذاب سے بچالیا، ہم اس سے پہلے ہی اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ بیشک وہ محسن اور مہربان ہے۔'' (۲۸-۲۶) اگلی آیات میں یہ سورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے بارے میں مشرکین کے موقف کی وضاحت کرتی ہے کہ وہ آپ کے ساتھ استہزاء کرتے تھے اور آپ کو کاہن اور مجنون قرار دیتے تھے۔ اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ

دعوت وتذکیر کا سلسلہ جاری رکھیں، یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔سورت کے اختتام پر مشرکین کے باطل خیالات کی تردید کی گئی ہے، الوہیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کئے ہیں اوران احمقوں کی مذمت کی گئی ہے جو ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ ودعوت میں صبر کرنے اور اللہ کی تسبیح وتحمید کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ خبر دی گئی ہے کہ اللہ آپ کی حفاظت کرے گا اور ظالموں کو دو عذابوں کا سامنا کرنا پڑے گا، ایک دنیا کا عذاب اور دوسرا آخرت کا عذاب۔(۴۷)

﴿سورۃ النجم﴾

سورۂ نجم مکی ہے،اس میں ۶۲ آیات اور تین رکوع ہیں،اس سورت کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

(۱) اس سورت کی ابتداء میں گرتے ہوئے ستارے کی قسم کھا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت بیان کی گئی ہے اور آپ کے معجزۂ معراج کا ذکر ہے جس میں آپ نے اللہ کی قدرت وبادشاہت کے عجائب وغرائب کا مشاہدہ کیا،حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھا، جنت، دوزخ، بیت معمور اور سدرۃ المنتہیٰ جیسی آیات اور نشانیوں کی زیارت کی۔(۱۸-۱)

(۲) سورۂ نجم مشرکین کی مذمت کرتی ہے جو لات وعزیٰ اور منات جیسے بتوں کی عبادت کرتے تھے اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔(۲۳-۱۹)

(۳) یہ سورت قیامت کا تذکرہ کرتی ہے جہاں نیک اور برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا،متقین کے بارے میں بتاتی ہے کہ وہ بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور کفار کے بارے میں بتلایا گیا کہ وہ اسلام سے اعراض کرتے ہیں۔(۵۴-۳۲)

(۴) یہ سورت بتاتی ہے کہ ہر شخص انفرادی طور پر اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے، کسی کے

گناہوں کا بوجھ دوسرے پر نہیں لادا جائے گا اور انسان جو اپنی تعریف خود کرتا ہے اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔(۳۸-۴۲)

(۵) یہ سورتِ کریمہ قدرت ووحدانیت کے بعض دلائل ذکر کرتی ہے، مثلاً یہ کہ اللہ ہی ہنساتا اور وہی رلاتا ہے، وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے، اسی نے نر اور مادہ کو پیدا کیا ہے، اسی کے ذمے دوبارہ پیدا کرنا ہے، وہی مالدار بناتا اور سرمایہ دیتا ہے، اسی نے نافرمان قوموں کو ہلاک کیا۔(۴۳-۵۵)

سورت کے اختتام پر قرآن کے بارے میں مشرکین کا جو رویہ تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ''پس کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو، ہنس رہے ہو روتے نہیں ہو؟ بلکہ تم کھیل رہے ہو اب اللہ کے سامنے سجدے کرو اور اسی کی عبادت کرو۔''(۵۹-۶۲)

سورۃ القمر

سورۂ قمر مکی ہے، اس میں ۵۵ آیات اور ۳ رکوع ہیں، اس سورت میں وعدے بھی ہیں، وعیدیں بھی ہیں۔ مومنوں کے لئے بشارتیں بھی ہیں اور کفار کے لئے ڈراوے بھی ہیں، مواعظ اور عبرتیں بھی ہیں اور نبوت و رسالت، بعث و نشور اور قضاء و قدر جیسے بنیادی عقائد بھی ہیں، اس سورت کے اہم مضامین کی چند جھلکیاں یوں پیش کی جا سکتی ہیں:

(۱) اس سورت کی پہلی آیت میں قربِ قیامت اور شقِ قمر کا ذکر ہے، قیامت کے قریب آجانے کا مطلب یہ ہے کہ نبوتِ محمدیہ کے بعد کا زمانہ اس زمانے کے مقابلے میں بہت کم ہے جو آپ سے پہلے گزر چکا ہے، بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتِ شہادت اور درمیان والی انگلی اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ '' مجھے اور قیامت کو یوں بھیجا گیا ہے''۔ ''شقِ قمر'' ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور معجزہ ہے، جب اہلِ مکہ نے آپ سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو آپ نے چاند کی طرف اشارہ فرمایا تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے لیکن جن کے

مقدر میں ہدایت نہ تھی وہ کہاں ماننے والے تھے اسی لئے فرمایا گیا: ''اگر یہ کوئی بھی معجزہ دیکھ لیں تو منہ پھیر لیں گے اور کہہ دیں گے کہ یہ پہلے سے چلا آتا ہوا جادو ہے'' (۳) اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ ان سے اعراض فرمائیں اور اس دن کا انتظار کریں جب یہ قبروں سے اس حال میں کھڑے ہوں گے کہ ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی، چہروں پر ذلت کی سیاہی چھائی ہوگی، پکارنے والے کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے اور وہ خود کہیں گے کہ یہ دن تو ہمارے لئے بڑا سخت ثابت ہوا ہے۔ (۸)

(۲) اس کے بعد یہ سورت کفارِ مکہ کو ڈراتی ہے کہ کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نہ آ جائے جیسا عذاب تم سے پہلی اقوام پر آیا کیونکہ تم بھی انہی جرائم کا ارتکاب کر رہے ہو جن جرائم کا ارتکاب وہ کرتی تھیں، یہاں جن تباہ شدہ اقوام کا اللہ نے ذکر فرمایا ہے، ان کی تباہی کا قصہ بیان کرنے کے بعد عام طور پر یہ سوال بار بار کیا ہے کہ ''بتاؤ میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں کیسی رہیں؟'' اور اس سوال کے متصل بعد یہ اطلاع دی ہے کہ ''اور بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟''۔

قرآن کے آسان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے پڑھنا، حفظ کرنا، اس سے نصیحت حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا بہت آسان ہے، اس کے آسان ہونے ہی کا نتیجہ ہے کہ ایسے دیہاتی بھی قرآن کریم کی تلاوت بسہولت کر لیتے ہیں جو اپنی مادری زبان میں چھوٹا سا کتابچہ بھی نہیں پڑھ سکتے، چھوٹے چھوٹے معصوم بچے اپنے سینوں میں ساری نزاکتوں اور قواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے محفوظ کر لیتے ہیں، جب صاف دل والے اسے پڑھتے اور سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے ہیں اور دلوں میں عمل کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے، اس کے آسان ہونے کا مطلب ہرگز نہیں کہ ہر کس و ناکس اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کی آیات سے مسائل استنباط کرنے لگے اور مجتہد بن کر بیٹھ جائے۔

(۳) سورت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”ہم نے ہر چیز کو ایک خاص اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے“ (۴۹) اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے خواہ وہ خیر ہو یا شر، سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، مرتّب اور حکمت کے تقاضوں کے مطابق ہے، جو کچھ ہونے والا ہے، سب لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور موجود ہونے سے پہلے ہی اللہ کو معلوم ہے، اس آیتِ کریمہ سے اہل سنت والجماعت نے عقیدۂ تقدیر کے اثبات پر استدلال کیا ہے۔ان آیات میں یہ وضاحت بھی کردی گئی ہے کہ انسانوں کے بارے میں چھوٹی بڑی باتیں سب لوحِ محفوظ میں بھی درج ہیں اور کراماً کاتبین بھی لکھ رہے ہیں، لہٰذا کسی بھی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر اس کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے اور کسی بھی نیکی کو حقیر سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہئے۔آخر میں متقین کو اچھے انجام، اللہ کی رضا اور عزت کے مسکن کی بشارت سنائی گئی ہے۔(۵۲-۵۵)

سورۃ الرحمٰن

سورۂ رحمٰن مدنی ہے، اس میں ۷۸ آیات اور ۳ رکوع ہیں، اس کا دوسرا نام ”عروس القرآن“ بھی ہے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا”ہر چیز کی عروس (دلہن، زینت) ہوتی ہے قرآن کی عروس سورۂ رحمٰن ہے“ اس سورت میں باری تعالیٰ نے اپنی نعمتیں بیان فرمائی ہیں جن میں سے سب سے پہلی نعمت قرآن کا اتارا جانا اور بندوں کو اس کی تعلیم دینا ہے، یقیناً یہ نعمتِ کبریٰ ہے، کوئی مادی نعمت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، ہر نعمت کا کوئی نہ کوئی بدل ہوسکتا ہے لیکن قرآن کا بدل کوئی چیز بھی نہیں بن سکتی، اس کی ایک ایک آیت اور ایک ایک حرف دنیا ومافیہا سے بہتر ہے، قرآن ساری آسمانی کتابوں کے مضامین کا محافظ، جامع اور ناسخ ہے، رب تعالیٰ نے اس سورت کا آغاز اپنی صفت ”الرحمٰن“ سے فرمایا ہے، گویا متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ کی ساری نعمتیں خصوصاً قرآن کی نعمت، اس کے رحمٰن ہونے کے آثار اور فیوضات ہیں، وہ رحمٰن ہونے کی وجہ سے بندوں پر رحم کرتا ہے، انہیں ہر طرح کی

نعمتیں عطا فرماتا ہے، ان کی تعلیم اور ہدایت کے لئے اس نے قرآن نازل کیا ہے۔ قرآن کے شرف اور عظمت کو بتانے کے لئے تعلیمِ قرآن کو تخلیقِ انسان سے بھی پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ سورت، صحیفۂ کائنات پر پھیلی ہوئی اللہ کی مختلف نعمتوں کا ذکر کرتی ہے۔ سورج اور چاند جو اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حساب سے اپنی اپنی منزلوں پر رواں دواں ہیں، ستارے اور درخت جو اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں، زمین جسے مخلوق کے لئے کسی فرش کی طرح بچھا دیا گیا ہے، مختلف میوے، اناج اور پھل پھول جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے، میٹھے اور کھارے پانی کے دریا جو اپنی اپنی جگہ جاری ہیں، وہ موتی اور مونگے جو ان دریاؤں سے نکالے جاتے ہیں، پہاڑوں جیسی بلندی اور پھیلاؤ رکھنے والے وہ جہاز جو سمندروں میں چلتے ہیں اور حمل و نقل کے ذرائع میں سے کل بھی سب سے بہتر ذریعہ تھے اور آج بھی بہتر ذریعہ ہیں۔ (۵-۲۴)

ان دنیاوی نعمتوں کے علاوہ اخروی نعمتوں اور عذابوں کا بھی سورۂ رحمٰن میں ذکر ہے، آگ کے وہ شعلے اور دھواں جن میں سانس لینا دوبھر ہو جائے گا، وہ جہنم جس کی ایک چنگاری بھی انسان کو جلانے کے لئے کافی ہوگی، وہ کھولتا ہوا پانی جسے دوزخی مجبوراً پئیں گے اور وہ ان کی انتڑیوں کو کاٹ کر رکھ دے گا، دوسری طرف اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے گنجان ٹہنیوں اور شاخوں والے دو سرسبز باغات، ان میں بہتے ہوئے چشمے، ہر قسم کے میووں کی دو دو قسمیں اور بچھے ہوئے قالین ہوں گے، دبیز ریشم کے تکیوں کے ساتھ جنتی ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، مذکورہ دو باغات کے علاوہ دو باغ اور بھی ہوں گے جو پہلے دو باغوں سے کم تر ہوں گے، ان میں دو چشمے ابل رہے ہوں گے، متنوِّع میوہ جات ہوں گے، شرم و حیاء اور حسن و جمال کا پیکر حوریں ہوں گی، دنیا اور آخرت کی یہ ساری نعمتیں ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں ۳۱ بار سوال کیا ہے "فبای آلاء ربکما تکذبان" (پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟") اگر دو چار یا دس بیس نعمتیں ہوں تو ان کو جھٹلا سکتے ہو مگر جہاں یہ حال ہو کہ نعمتیں

حدوحساب سے بھی باہر ہوں تو انہیں جھٹلا نا ناممکنات میں سے ہے۔

اگراس سورت کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے ابتداء میں اپنی تخلیق کے عجائب اور مظاہر ذکر کئے ہیں اور ان کے ضمن میں یہ آیت ''فبای آلاء ربکماتکذبن'' آٹھ بار آئی ہے، اس کے بعد جہنم اور اس کے عذابوں کا ذکر کرتے ہوئے سات بار یہ آیت ذکر کی ہے، قرآن پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ جہنم کے دروازے بھی سات ہیں۔ پھر جنت کے باغات اور اہل جنت کا تذکرہ کرتے ہوئے آٹھ بار یہ آیت آئی ہے، اتفاق سے جنت کے دروازے بھی آٹھ ہیں، آخر میں ایسے باغات کا ذکر ہے جو درجہ کے اعتبار سے پہلے باغات سے کم ہیں، ان باغات کے ضمن میں بھی یہ آیت آٹھ بار آئی ہے،اس ترتیب اور تقسیم سے اہل علم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جو شخص پہلی آٹھ پر اعتقاد رکھے گا اور ان کے تقاضوں پر عمل رکھے گا اسے باری تعالیٰ جہنم کے سارے دروازوں سے بچالے گا اور دونوں قسم کی جنتوں کا حق دار بنادے گا۔ کج فہموں نے اعتراض اٹھایا ہے کہ جہنم اور جہنم کے عذاب کون سی نعمت ہیں کہ ان کا ذکر کرتے ہوئے بھی بار بار سوال کیا گیا ہے'' بتاؤ اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟''اس کا جواب دوطرح سے دیا گیا ہے۔ پہلا یہ کہ ظالموں، سرکشوں اور نافرمانوں کو عذاب دینا اللہ کے عدل کا تقاضا اور مظلوموں کے حق میں رحمت اور نعمت ہے، دوسرا کہ کفر وشرک اور فسق وفجور کا انجام ظہور سے پہلے ہی بندوں کو بتا دینا کریم ورحیم ذات کا بہت بڑا احسان ہے۔ کیا یہ امر باعثِ تعجب نہیں کہ دنیا کے کسی خطرہ اور مصیبت کی پیشگی اطلاع دینے والے کو تو ہم اپنا محسن سمجھیں لیکن اس مالک کو محسن نہ سمجھیں جس نے ہمیں آخرت کے خطرات کے بارے میں دنیا ہی میں مطلع فرمادیا جبکہ دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلے میں اور دنیا کے خطرات آخرت کے خطرات کے مقابلے میں کچھ حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

سورت کے اختتام پر فرمایا:''تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو عزت وجلال والا ہے''

اہل علم کہتے ہیں کہ اس ''نام'' سے مراد وہی نام ہے جس سے سورت کا آغاز ہوا تھا، گویا آخر میں دوبارہ اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ ارض وسما کی تخلیق ہو یا جنت دوزخ کا وجود، اس سورت میں جو کچھ بھی بیان ہوا ہے یہ سب اس ''رحمٰن'' کی رحمت کا نتیجہ ہے۔

﴿سورۃ الواقعہ﴾

سورۂ واقعہ مکی ہے، اس میں ۹۶ آیات اور ۳ رکوع ہیں، اسے ''سورۃ الغنیٰ'' بھی کہا جاتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''جو شخص ہر رات سورۃ الواقعہ پڑھے گا اسے کبھی بھی فاقہ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا'' (واللہ اعلم بالصواب) یہ سورت بتاتی ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو زمین میں زلزلہ برپا ہوجائے گا، پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور انسان تین گروہوں میں تقسیم ہوجائیں گے یعنی اصحاب یمین (جو کہ جنتی ہوں گے) اصحابِ شمال (دوزخ میں جانے والے) اور سابقون (خواص مومنین جو نیکی کے کاموں میں دوسروں سے سبقت لے جاتے تھے) انسانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کرنے کے بعد تفصیل کے ساتھ ان میں سے ہر ایک کی جزاء بھی ذکر کی گئی ہے۔ (۱-۵۶)

اس کے بعد یہ سورت اللہ تعالیٰ کے وجود اور وحدانیت اور کمالِ قدرت پر دلائل قائم کرتی ہے اور بعث اور حساب کو ثابت کرتی ہے، وہ اللہ جو پانی کے قطرے سے انسان بنا سکتا ہے، مٹی میں ڈالے جانے والے بیج کو پودا اور درخت بنا سکتا ہے، بادلوں سے پانی برسا سکتا ہے اور درخت سے آگ پیدا کرسکتا ہے، وہ مردہ انسان کو بھی دوبارہ زندہ کرسکتا ہے۔ اپنی قدرت کے بیان کے بعد باری تعالیٰ نے اپنے کلام کی عظمت بیان کی ہے، عظمتِ قرآن کے بیان کے لئے اللہ نے ستاروں کے گرنے کی قسم کھائی ہے، اس قسم کے بارے میں اللہ خود فرماتا ہے کہ ''اگر تمہیں علم ہو تو یہ بہت بڑی قسم ہے'' (۷۶) یہ قسم کھا کر فرمایا ''بے شک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے، جو ایک محفوظ کتاب میں درج ہے، جسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں، یہ رب العالمین کی

طرف سے اترا ہوا ہے۔‘‘(۷۷-۸۰)

اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی قسم کو عظیم قرار دیا تھا، آج سائنس، کروڑوں ستاروں پر مشتمل دنیا کے بارے میں جن تحقیقات اور عجائبات کا اظہار کررہی ہے ان سے پتہ چلتا ہے کہ واقعی یہ بڑی قسم ہے، سائنسدان بتاتے ہیں کہ کائنات پانچ سوملین کہکشاؤں پر مشتمل ہے اور ہر کہکشاں میں ایک لاکھ ملین یا اس سے کم وبیش ستارے پائے جاتے ہیں اور یہ ساری کہکشائیں مسلسل گردش کررہی ہیں، چاند مسلسل گھوم رہا ہے، زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہی ہے، سورج چھ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کررہا ہے پھر ستاروں میں سے کسی کی گردش کی رفتار آٹھ میل فی سیکنڈ ہے، کسی کی ۳۳ میل فی سیکنڈ کسی کی ۸۴ میل فی سیکنڈ، اگر یہ سیارے آپس میں ٹکرا جائیں تو تمام نظامِ عالم درہم برہم ہوجائے اگر ان سیاروں کی رفتار میں فرق آجائے تو ہمارے دن اور رات اور موسم تک بدل جائیں، ان جیسی تفصیلات کو سامنے رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی قسم کھائی ہے۔ستاروں اور قرآن کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ جیسے ستاروں کے ذریعے بروبحر کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے یونہی قرآنی آیات سے جہالت اور ضلالت کی ظلمات میں سامانِ ہدایت حاصل کیا جاتا ہے، جیسے ستاروں کی دنیا کے سارے عجائب ابھی تک انسان پر آشکارا نہیں ہوئے، یونہی قرآن کریم کی آیات وسور میں پوشیدہ سارے علوم ومعارف سے بھی انسان آگاہ نہیں ہوسکا۔سورت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسانوں کے تینوں گروہوں کے لئے جس جزا اور سزا کی میں نے خبر دی ہے ’’یہ خبر سراسر حق اور قطعاً یقینی ہے پس تو اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح بیان کر۔‘‘(۹۵-۹۶)

سورۃ الحدید

سورۂ حدید مدنی ہے، اس میں ۲۹ آیات اور ۴ رکوع ہیں، ’’حدید‘‘ لوہے کو کہتے ہیں، چونکہ اس سورت میں اللہ نے لوہا پیدا کرنے کا ذکر فرمایا اس لئے اسے سورۂ حدید کہا جاتا ہے، اس سورت

میں بنیادی طور پر تین مضامین مذکور ہیں۔

پہلا یہ کہ کائنات میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کا ہے، وہی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے، کائنات کی ہر چیز اس کی حمد اور تسبیح بیان کرتی ہے۔ انسان اور حیوان، شجر اور حجر، جن اور فرشتے، جمادات اور نباتات سب کے سب زبانِ حال اور زبانِ قال سے اس کی عظمت و کبریائی کا اقرار کرتے ہیں۔ جب کچھ نہیں تھا، وہ تھا، جب کچھ بھی نہیں رہے گا، وہ تب بھی ہوگا، وہ ہر چیز پر غالب ہے، اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، وہ ظاہر اتنا ہے کہ ہر چیز میں اس کی شان ہویدا ہے اور باطن اور مخفی ایسا ہے کہ کوئی عقل اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی اور حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ (۱-۶)

دوسرا مضمون جو اس سورت میں بیان ہوا ہے وہ یہ کہ اللہ اور رسول پر ایمان لانے اور دین کی سربلندی کے لئے مال اور جان قربان کر دینے کا حکم دیا گیا ہے، انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا گیا "تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، حقیقت میں تو آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک اللہ ہی ہے" (۱۰) تمہاری موت کے بعد تمہارے مال و متاع اور سیم و زر کا وہ اکیلا ہی وارث ہوگا، پھر فرمایا "کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس کے لئے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لئے پسندیدہ اجر ثابت ہو جائے" (۱۱) انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کے ساتھ ساتھ مخلص اہلِ ایمان اور منافقوں کا جو حال ہوگا اسے بیان کیا گیا ہے۔ (۱۲-۱۵) پھر ایمان والوں کو جھنجھوڑنے والے انداز میں خبردار کیا گیا ہے کہ وہ منافقوں اور یہود و نصاریٰ کی طرح دنیا کی زندگی اور اس کی ظاہری کشش سے دھوکہ نہ کھائیں۔ ارشاد ہوتا ہے "کیا اب تک ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکرِ الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے نرم ہو جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔ (۱۶)

تیسرا مضمون جو اس سورت میں بیان ہوا ہے وہ یہ کہ اللہ نے انسان کے سامنے دنیا کی زندگی کی حقیقت بیان کی ہے تا کہ وہ اس کی ظاہری زیب وزینت سے دھوکہ نہ کھا جائے، سمجھایا گیا کہ دیکھو! یہ دنیا سراب ہے، دھوکہ ہے، لہو ولعب ہے، کم عقل لوگ مال واولاد کی کثرت پر فخر کرتے ہیں، حسب ونسب پر اکڑتے ہیں، اپنی پوری زندگی اور ساری صلاحیتیں دنیا کا سامان جمع کرنے میں لگا دیتے ہیں، اس دنیا کی مثال اس کھیتی کی سی ہے جس کی سرسبزی اور تروتازگی دیکھ کر کاشت کار خوش ہوتا ہے، دیکھنے والے رشک کرتے ہیں پھر ایک وقت آتا ہے کہ کوڑا کرکٹ بن کر سب کچھ ہوا میں اڑ جاتا ہے، یہی دنیا کی زندگی کا حال ہے، یہ فانی ہے اور یہاں کی ہر چیز زوال پذیر ہے لیکن آخرت کی زندگی دائمی ہے اور وہاں کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔ (۲۰) اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ کی مغفرت اور جنت کے حصول کے لئے دوڑ لگاؤ، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو (۲۱) سورت کے اختتام پر اللہ سے ڈرنے والوں اور رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے دہرے اجر کا اور نور عطا کرنے کا وعدہ ہے جس کی روشنی میں وہ چلیں پھریں گے (۲۸) (اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہ نور عطا فرمائے۔ آمین)

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]